حالات حاضرہ

مشرقِ وسطیٰ کی انقلابی جدو جہد کا پس منظر

از

(اسرار احمد صاحب آزاد)

ٹیونس، مصر، ایران اور مشرقِ وسطیٰ کے دوسرے ممالک میں آج سیاسی اعتبار سے جو صورتِ حال رونما ہو رہی ہے دنیا اس کے انھیں گوشوں سے واقف ہے جو شاہ فاروق کی تختِ حکومت سے دستبرداری ٹیونس میں فرانسیسی اثر و اقتدار کے خلاف عوام کی سرفروشانہ جدو جہد اور ایران میں غیر ملکی اجارہ داری سے عوام کی روز افزوں بیزاری کی صورت میں نمایاں ہو رہے ہیں لیکن اس تمام تر سیاسی جدو جہد اور تغیرات کے پس پردہ جو عوامل و اسباب کارفرما ہیں وہ دراصل اقتصادی اور معاشی ہیں اور اگرچہ مشرقِ وسطیٰ کے تقریباً تمام ممالک آزاد اور خود مختار کہلاتے ہیں لیکن اس آزادی اور خود مختاری کے باوجود ان میں سے کوئی ایک ملک بھی مغربی سرمایہ داروں کی گرفت سے آزاد نہیں اور مغربی سرمایہ پرستوں کی یہی گرفت اور اجارہ داری آج اس خطۂ ارض کے کروڑوں باشندوں کے لئے تباہ حالی کا موجب بنی ہوئی ہے۔

آج کی بین الاقوامی صورتِ حالات کو سمجھنے کے لئے اس امر کا ذہن نشین کر لینا بے حد ضروری ہے کہ "سرمایہ دار" اور "شہنشاہیت پسند" ممالک ہمیشہ ایسے چند خطوں پر مسلط اور متصرف رہنے کے خواہشمند ہوا کرتے ہیں جہاں سے انھیں خام اشیاء دستیاب ہو سکیں اور وہ ان خام اشیاء سے جو سامان تیار کریں وہاں اسے فروخت کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت حال کے پیش نظر ایسے علاقوں میں قومی صنعتوں کو فروغ حاصل نہیں ہو سکتا ان علاقوں کے تمام تر قدرتی وسائلِ آمدنی ان علاقوں کے باشندوں کے لئے بے کار ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس طرح ان پر جو اقتصادی بدحالی طاری ہوتی ہے وہ ان کی سیاسی آزادی کو بھی عملاً ختم کر دیتی ہے۔ اور آج مشرقِ وسطیٰ ایک آزاد اور خود مختار خطۂ ارض

ہونے کے باوجود رجعت اور پسماندگی کے اسی دور سے گذر رہا ہے اور ایک امریکی ماہر اقتصادیات ڈاکٹر پرلو نے بیرونی ممالک سے امریکہ کو حاصل ہونے والے مالی منافع کے جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ـــــ امریکہ نے مارشل پلان کے ماتحت مختلف ممالک کو جو مالی امداد دی ہے اس پر اسے یوروپی ممالک سے ۵ر۱۴، لاطینی امریکی ممالک سے ۷ر۱۴، اس پلان کے ماتحت امداد حاصل کرنے والے ممالک کی نو آبادیات سے ۲۰ اور مشرق وسطیٰ کے ممالک سے ۳ر۳۱ فیصد منافع حاصل ہو رہا ہے اور اسی لئے مغربی سرمایہ دار اس خطہ کو زرعی خطہ باقی رکھنے کے خواہشمند ہیں اور آج بھی اس خطّہ کے ۸۵ فیصد باشندے محض زراعت پر زندگی گذارنے کے لئے مجبور ہیں اور یہ زراعت بھی قومی اعتبار سے خود ان کے لئے زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے بھی مغربی سرمایہ داروں ہی کو فائدہ پہنچتا ہے۔

مثال کے طور پر مصر، ترکی، عراق اور ایران کو پیش نظر رکھئے۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مصر ہمیشہ سے کپاس کی پیداوار کے لئے مشہور رہا ہے ترکی میں اعلیٰ قسم کا تمباکو بکثرت پیدا ہوتا ہے، عراق کھجوروں کی پیداوار کے لئے مشہور ہے اور ایران کی زرعی آراضی دھان اور کپاس کی پیداوار کے لئے بے حد سازگار ہے اور یہ امر بھی ایک مسلّمہ حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے کہ دوسری عالمگیر جنگ سے قبل یہ تمام ممالک بالواسطہ یا بلاواسطہ برطانیہ کے زیر اثر تھے چنانچہ برطانوی سرمایہ داروں نے ان ممالک میں جو زرعی حکمت عملی اختیار کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے ان ممالک کے باشندوں کی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے مصر میں کپاس، ترکی میں تمباکو، عراق میں کھجوروں اور ایران میں دھان اور کپاس کی کاشت کو ترقی دی جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہاں غلہ کی کاشت برائے نام رہ گئی چنانچہ سال رواں کے آغاز میں مصر کے ایک جریدہ "الاساس" نے مصر میں گندم کی درآمد کے جو اعداد و شمار شائع کئے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں مصر نے ۲۶۰۰ ۲۳ ٹن گندم درآمد کیا تھا لیکن ۱۹۴۹ء میں یہ مقدار ۴۵۷۹۰۰ ٹن اور ۱۹۵۱ء میں ۱۰۲۷۸۰۰ ٹن تک پہنچ گئی تھی اور اگرچہ ایران دوسری عالمگیر جنگ سے قبل غلہ کے سلسلہ میں ایک خود مکتفی ملک رہا تھا لیکن ۱۹۴۹ء میں اسے بھی دو لاکھ ٹن گندم درآمد کرنے پر مجبور ہو جانا پڑا تھا

پھراسی قدرنہیں بلکہ غیرملکی سرمایہ داروں کی حکمت عملی کے ماتحت مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں جوکاشت کی جاتی ہے کاشت کارخوداس کاشت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ ان فصلوں کو بھی غیرملکی اجارہ داری کم قیمت خرید لیتے ہیں اوراجناس کو غیرممالک میں فروخت کرکے عظیم منافع حاصل کرتے ہیں

اس کے ساتھ ساتھ برطانیہ اورامریکہ کی سیاسی، اقتصادی اورتجارتی رقابت بھی مشرق وسطیٰ کے ممالک اوران کے باشندوں کو شدید نقصان پہنچارہی ہے مثال کے طورپرترکی کے تمباکوکی تجارت ہی پرغورکیجئے۔ ترکی کا بیشترتمباکومغربی جرمنی میں درآمدکیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ درآمدسرعت کے ساتھ زوال پذیر ہورہی ہے چنانچہ ۱۹۴۹ء میں ترکی نے مغربی جرمنی کو ۲۵۹ ملین لیراکا تمباکومہیا کیا تھا لیکن ۱۹۵۱ء میں مغربی جرمنی نے ۱۰۷ ملین لیراسے زیادہ کاترکی تمباکودرآمدنہیں کیا اس طرح مشرق وسطیٰ پرغیرملکی سرمایہ داروں کااثرواقتداراس خطہ کی زراعت کی تباہی کاموجب ثابت ہورہا ہے آراضی سے محروم کاشتکاروں کی تعداد روزبروزبڑھتی جارہی ہے، زراعت کے فرسودہ طریقوں اورزرعی آراضی کوتقویت بہم پہنچانے کے جدید ترین وسائل کے فقدان کی بدولت زرعی آراضی کی قوتِ نموکم ہورہی ہے اوران اسباب کی بناپرکاشت کے اوسط میں بھی کمی رونماہوتی جارہی ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۰ء کی نسبت ایران میں گندم ۱۱ فیصد کم پیداہوا تھا اورجونیزوہاں کی پیداوارمیں علی الترتیب ۵ ، ۷ نیز ۱۲ فیصد کی کمی رونماہوئی تھی اوراسی طرح مصرمیں ۱۹۴۹ء کی نسبت ۱۹۵۰ء میں جو۲۰ فی صدکم پیداہوئے تھے۔ یہ ہے مشرق وسطیٰ کی زرعی صورتِ حالات جوبحیثیت مجموعی اس خطہ ارض ۸۰ فی صدباشندوں پراثراندازہورہی ہے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ خطہ ارض قومی صنعتوں سے مطلقاً محروم نہیں اورکم ازکم قومی صنعتوں کے ساتھ وابستہ طبقہ کے اقتصادی حالات بہترہونے چاہئیں

. . . .

. . . . لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اورصنعتوں کے ساتھ وابستہ ۱۵ فیصد لوگوں کا بھی وہی حال ہے جوزراعت پیشہ افراد کے سلسلہ میں بیان کیا جاچکا ہے

اس امرسے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ مشرقِ وسطیٰ کے تمام ترممالک صنعتی اعتبار سے بے حد پسماندہ واقع ہوئے ہیں اوران ممالک کے ملکی سرمایہ داراب تک جوکچھ کرسکے ہیں، وہ پارچہ بافی نیزچمڑے کا سامان

اور شیشہ کے برتن بنانے یا پھر خوراک سے متعلق بعض اشیاء کو محفوظ کرنے یا بنانے کے کارخانے قائم کرنے ہی تک محدود رہے ہے اس کے برعکس اس خطہ ارض میں معدنیات اور خصوصاً تیل برآمد کرنے کی جو عظیم صنعت قائم ہے اور روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے اس پر عموماً غیر ملکی سرمایہ دار مسلط ہیں، اور سعودی عرب، کویت اور بحرین میں جہاں جہاں تیل کے بڑے بڑے چشمے موجود ہیں اور جن سے غیر ملکی سرمایہ دار مالامال ہو رہے ہیں مقامی باشندے محض دستکاری کی بدولت زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ پھر چونکہ حال ہی میں سرمایہ دار مغربی تاجروں نے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں تیار شدہ مال بکثرت درآمد کیا ہے اس لئے ان ممالک کی صنعتوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے کارخانے بند ہوتے جارہے ہیں۔ بے کار صنعتی مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے "النمصر کی صنعتی اریک" سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۴۸ء کی نسبت ۱۹۵۰ء میں اونی پارچہ جات ۵۰ فی صد کم تیار کئے گئے تھے۔

ایران میں ہر سال ۱۹۰ اور ایک سو ملین میٹرس تک سوتی پارچہ درکار ہوتا ہے اور ملک میں اس کا ایک تہائی کپڑا تیار ہو سکتا ہے لیکن بحری محاصل کی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء میں برطانیہ اور امریکہ سے اس ملک میں ۲۴۰ ملین سوتی پارچہ جات آئے اور بازار میں غیر ملکی پارچہ جات کی اس کثرت کے باعث پارچہ بافی کے بہت سے ملکی کارخانوں کو بند کر دینا پڑا۔ پھر اس غیر ملکی تجارتی مقابلہ کے باعث مشرق وسطیٰ کی دوسری صنعتیں بھی متاثر ہو رہی ہیں چنانچہ ۱۹۴۸ء میں مصر نے ۲۲۵۵۰۰ ٹن شکر تیار کی تھی مگر ۱۹۵۰ء میں مصر کی تیار کردہ شکر محض ۱۴۷۰۰ ٹن تھی اسی لئے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بے کاری اور بے روزگاری بڑھتی جارہی ہے اور اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۵۱ء میں ترکی میں ۲۰ لاکھ ایران میں تین لاکھ سے زیادہ اور لبنان میں ۶۰ ہزار افراد بے کاری کی مصیبت میں مبتلا تھے اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اس کے برعکس جنگی اور فوجی سامان کی تیاری میں غیر معمولی ترقی رونما ہو رہی ہے مشرق وسطیٰ کے طول و عرض میں ہوائی مستقروں کی تعمیر جاری ہے اور اسی لئے گذشتہ سال ۱۹۳۸ء کی نسبت لبنان میں دوگنا سمنٹ تیار کیا گیا تھا اور مصر میں ...... اس میں اضافہ ۱۰۰ فی صد سے زیادہ ہوگئی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک میں کان کنی کی صنعت غیر متوقع سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے لیکن صرف اس لئے کہ اس صنعت کی بدولت جنگ باز ممالک اور گروہوں کو سامانِ جنگ تیار کرنے کے لئے خام اشیاء دستیاب ہوتی ہیں، چنانچہ ۱۹۳۶ء سے قبل ترکی ۳۶ ہزار ٹن

خام کرومیم برآمد کیا کرتا تھا لیکن ۱۹۴۶ء اور ۱۹۵۱ء کے درمیان کی مختصر سی مدت میں ترکی سے برآمد ہونے والے خام کرومیم کی مقدار چار لاکھ ٹن سالانہ تک پہنچ گئی ہے لیکن کان کنی کی صنعت خود اس خطہ کے باشندوں کے لئے سودمند اور نفع بخش ثابت نہیں ہو رہی اور اس کا تمام تر منافع غیر ملکی سرمایہ دار حاصل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر تیل کے مسئلہ ہی پر غور کیجئے۔ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد مشرق وسطیٰ کے ممالک میں تیل کی برآمدگی کی رفتار بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ ان ممالک میں ۱۹۵۱ء میں بحیثیت مجموعی جس قدر تیل برآمد ہوا تھا وہ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۳۷ء میں برآمد ہونے والے تیل کی مقدار کے مقابلہ میں علی الترتیب ۲۶۰ اور ۵۲۰ فیصد زیادہ تھا۔ سعودی عرب میں ۱۹۳۷ء میں صرف ۸ ہزار ٹن تیل برآمد ہوا تھا مگر ۱۹۵۱ء میں اس کی مقدار ۳۷۵۰۰۰۰۰ تک پہنچ گئی تھی۔ ایک ٹن تیل کو برآمد اور صاف کرنے پر ۱٫۶۳ ڈالر کی رقم صرف ہوتی ہے لیکن ۱۹۵۰ء میں تیل کو ۱۲٫۵۰ ڈالر فی ٹن کے حساب سے فروخت کیا جاتا رہا ہے اور یہ تمام گراں قدر منافع صرف غیر ملکی سرمایہ داروں کا حصہ بنا رہا ہے اور یہ غیر ملکی سرمایہ دار عرب اور ایرانی مزدوروں سے چودہ چودہ اور سولہ سولہ گھنٹے کام لے کر انھیں تیس چالیس سنیٹ سے زیادہ اجرتِ کار نہیں دیتے۔ حالانکہ جنوبی امریکہ کی ریاستوں میں تیل برآمد کرنے کے کارخانوں میں کام کرنے والے وہ مزدور جنھیں کم اجرتِ کار دی جاتی ہے عرب اور ایرانی مزدوروں کے مقابلہ میں چھ اور سات گنی زیادہ اجرتِ کار پاتے ہیں۔ پھر اسی قدر نہیں بلکہ غیر ملکی سرمایہ دار چونکہ مشرق وسطیٰ کی خام پیداوار کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں ان ممالک سے باہر لے جاتے ہیں اس لئے قومی صنعتیں معطل ہی نہیں بلکہ تباہ ہوتی جا رہی ہیں اور اس طرح اس خطۂ ارض کے کروڑوں باشندے اقتصادی اور معاشی انتشار اور بدحالی میں مبتلا ہیں۔

لیکن عام اقتصادی بدحالی، افلاس اور نکبت مشرق وسطیٰ کے باشندوں میں اس نظام کے خلاف نفرت اور غصہ کے جذبات پیدا کرنے کی موجب بھی ثابت ہو رہی ہے جس کے ماتحت انھیں حیوانوں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اسی احساس کے ماتحت وہ نہ صرف غیر ملکی اثر و اقتدار اور اجارہ داری کے خلاف صف آرا ہوتے جا رہے ہیں بلکہ ان ملکی شہنشاہیت پسندوں، جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کی گرفت سے بھی نجات حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں جو اپنے ہی جیسے غیر ملکی سرمایہ داروں کے ساتھ وابستہ رہ کر نہ صرف خود ہی عوام کا خون چوستے ہیں بلکہ غیر ملکی سرمایہ داروں کو بھی ان کا خون چوسنے میں مدد دیتے ہیں اور آج مشرق وسطیٰ میں جو اہم سیاسی انقلابات رونما ہو رہے ہیں ان کی محرک سرمایہ داروں کی تحصیل بالجبر اور عوام کی اقتصادی تباہ حالی کی بدولت ان میں پیدا شدہ بیداری ہی ہے۔